ولایت فقیہ اور حکومت اسلامی

مولانا سید طیب رضا نقوی
لکچرار شعبۂ شیعہ دینیات، اے ایم یو علی گڑھ

اسلام میں حکومت بالاصالۃ خدا سے مخصوص ہے۔ لوگوں کا خالق خدا ہے وہی ان کی ضروریات سے بخوبی واقف ہوسکتا ہے بندوں کیلئے اصول وضوابط مقرر کرنے کا حق اسی کو ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں جانتا نہ ہی کسی کے لئے اس کی حکومت میں مداخلت جائز ہے للّٰہ ملک السّمٰوات والارض ومافیھنّ[۱] زمین وآسمان اور ان کے اندر موجود چیزوں کا اقتدار اللہ کے ہاتھوں میں ہے۔

جس طرح خلق کرنا اس سے مخصوص ہے اسی طرح فرماں روائی بھی اسی سے مخصوص ہے۔ الاله اللّٰه الخلق والامر[۲] آگاہ ہوجاؤ خلق اور امر اسی خدا سے مخصوص ہیں،

خدا کی سنت اس پر قائم ہے کہ جملہ امور اسباب کے پابند ہیں چنانچہ اس نے اپنے خاص بندوں کو حکومت عطا فرمائی، انسان کی ابتدا وآفرینش اور خلقت کائنات کے آغاز سے خدا نے لوگوں کو انبیاء اور اپنی ہدایت سے محروم نہیں فرمایا بلکہ ان میں اس کی پہلی مخلوق خدا کا نمائندہ اور نبی تھا جس کی عظمت کا اظہار کرتے ہوئے خداوند عالم نے اسے اپنا خلیفہ قرار دے کر مسجود ملائکہ بنادیا گویا حکومت اور اس کے مقررات واصول انبیاء کے پروگرام اور پیغام میں شامل تھے جسے وہ انسانی ضروریات کے اعتبار سے وحی کی شکل میں پیش کیا گیا۔ لہٰذا ابتدائی امر میں ولایت حکومت کا منشاء امر الٰہی اور اس کی وحی ہے اگر چہ ظالموں اور استکباری طاقتوں کے سبب اس میں دشواریاں اور رکاوٹیں پیدا ہوتی رہیں جیسا کہ آنحضرتؐ کی حدیث میں ہے" کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلّما ھلک نبیّ خلفه نبی وانّه لانبیّ بعدی وستکون خلفاء،فتکثر[۳] یعنی انبیاء بنی اسرائیل کے امور کی تدبیر اور انتظام فرماتے، جب بھی کوئی نبی انتقال کرتا دوسرا نبی اس کے بعد آجاتا البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور خلفا کثرت سے ہوں گے۔

انسان کے لئے اجتماعی نظام اور عادل حکومت کی موجودگی نہایت ضروری ہے تاکہ انسانی معاشرہ کا تحفظ ہوسکے انسان طبیعی اعتبار سے مدنی ہے وہ اپنے ضروریات وخواہشات معاشرہ کے زیر

سایہ رہ کر ہی پوری کرسکتا ہے۔ اسے بکثرت ایسے امور پیش آتے ہیں جن میں اجتماعی مصالح مضمر ہوتے ہیں جن میں قرار واقعی اور ایک رائے کا خواہاں ہوتا ہے جو قاطعیت اور تنقید کی قابلیت کا جامع ہو۔یہ جملہ امور کسی مستحکم حکومت کے سایہ کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ انسانی زندگی کے تمام مراحل وادوار یہاں تک کہ جب وہ صحرا اور جنگلوں میں زندگی بسر کررہا تھا کسی حکومت سے خالی نہیں تھے دوسری چیز کہ انسان اپنی خلقت اور طبیعت کے اعتبار سے مختلف خواہشات ومیلانات کا حامل ہے جس میں اس کی حب ذات، حب جاہ ومال اور جس چیز کا وہ خواہاں ہوتا ہے اس میں حریت مطلقہ چاہتا ہے جس کے نتیجہ میں افکار وخواہشات کے درمیان ٹکراؤ کا ہونا ضروری چیز ہے جو جنگ وجدال اور فتنہ وفساد کا باعث ہوتے ہیں چنانچہ قوانین و دفعات کی ضرورت پیش آتی ہے جس میں اس کے نفاذ واجراء کی قوت وصلاحیت ہو جو ظلم وتعدی سے مانع ہو۔ یہ کام ایک حکومت ہی انجام دے سکتی ہے بلکہ حیوانات بھی اس نظام سے خالی نہیں ہیں جیسا کہ ہم چیونٹی اور شہد کی مکھیوں میں نظام کی کارفرمائی ملاحظہ کرتے ہیں،۔ لہذا ایسے نظام کی ضرورت ہے جو ان کے مفاد ومصالح عامہ کا جامع ہو، ان کی غذا، امورصحت ،تعلیم و تربیت راستوں اور شوراع عام جیسے رفاہی امور کی ضروریات فراہم کرسکے۔

حکومت کا قیام اور اس کی تشکیل

بنیادی مرحلہ میں دنیا میں تشکیل شدہ مختلف حکومتوں کی کیفیت کا جائزہ لیتے ہوئے اسلامی حکومت کے امتیازات کی وضاحت زیادہ بہتر ہوگی۔

حکومت کے وجود میں آنے کے بارے میں مختلف نظریات ہیں جنہیں ذیل میں بیان کیا جارہا ہے۔

۱۔حکومت اس اجتماعی نظام کا نام ہے جسے صاحب قوت وقدرت انسان ضعیفوں ،کمزوروں اور متوسط طبقہ کے لوگوں پر انکا استثمار کرنے کی خاطر عمل میں لاتا ہے۔

۲۔ خانوادہ کی تشکیل ایسا امر ہے جس کا انسانی طبیعت تقاضا کرتی ہے۔ یہ کسی بھی معاشرہ اور حکومت کی تشکیل کا ابتدائی مرحلہ ہے جب متعدد خاندان یکجا اور اپنی ضروریات وحاجات میں باہم متصل ہوتے ہیں تو ایک بڑے خانوادہ کی شکل اختیار کرلیتے ہیں پھر ایک بڑا قبیلہ، پھر ایک سیاسی شہر اور معاشرہ کی شکل اختیار کرلیتے ہیں جو ایک حکم کے زیر سایہ ہوتے ہیں پھر رفتہ رفتہ دیگر شہروں سے

وابستہ ہوجاتے ہیں جس پر ایک حکم اور ایک نظام حکومت کرتا ہے اسی طرح وہ ایک ملک اور بڑی حکومت ہوجاتی ہے اس طرح حکومت تاریخی حرکت وسفر کا نتیجہ ہے۔

۳۔ انسان ابتدائی مرحلہ میں خواہشات کی زندگی بسر کرتا اور مکمل آزادی سے استفادہ کرتا تھا پھر مصلحتوں اور آزادی کے درمیان ٹکراؤ ہوا۔ طاقتیں باہم ٹکرانے لگیں اور کمزوروں کے حقوق ضائع ہونے لگے جماعت کے معاملات میں فساد واقع ہوگیا چنانچہ صاحبان عقل وخرد نے اتفاق کیا اور آزادی کو محدود ومعین کرنے کے لئے قوانین وضع کیے تاکہ قوانین کا نفاذ کرکے لوگوں کے حقوق کی حفاظت کرسکیں اس طرح حکومت درحقیقت حاکم اور رعایا کے درمیان باہمی معاہدہ ہے جو طرفین کے اختیار سے حاصل ہوتی ہے۔

دنیا میں استبدادی حکومتوں کے اقسام

۱۔استبدادی مطلق العنان حکومت قہر وغلبہ اورلشکری طاقت وقوت اور اسلحہ وغیرہ کے ذریعہ شہروں اور لوگوں پر مسلط ہو جانا حکومت کے مخالفین اور مقابلہ کرنے والوں پر طرح طرح کے شدائد ومظالم کرنا۔ اس طرح کی حکومت کسی قانون وضابطہ اور اصول کی پابند نہیں ہوتی اس کا حاکم مال خدا کو ذاتی مال اور بندگان خدا کو غلام بنالیتا ہے۔ حاکم اپنی خواہشات کے مطابق جو چاہتا ہے انجام دیتا ہے اقتدار کو اپنے لئے مخصوص اور اپنے بعد اپنی نسل کا حق سمجھتا ہے۔ کبھی یہ حاکم زمینی حدود سے تجاوز کرتے ہوئے خود کو زمین پر خدا کا سایہ اور اس کی قدرت کا مظہر سمجھنے لگتا ہے اور کبھی اس قدر ظلم وبربریت کا مظاہرہ کرتا ہے کہ خود ہی اپنی ربوبیت کا ببانگ دہل اس طرح اعلان کرتا ہوا نظر آتا ہے

”انا ربّکم الاعلیٰ “

یا اس طرح کی حکومت کی ترجمان خداوند عالم سورہ نمل میں ملک سبا کی شہزادی بلقیس کی زبانی فرماتا ہے۔ قَالَت إِنَّ المُلُوکَ إِذَا دَخَلُوا قَریَةً أَفسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهلِهَا أَذِلَّةً وَکَذَلِکَ یَفعَلُونَ؎ بلقیس نے کہا بادشاہ جب کسی علاقہ میں داخل ہوتے ہیں تو بستی کو ویران کردیتے ہیں اور صاحبان عزت کو ذلیل کردیتے ہیں اور ان کا یہی طریقہ کار رہتا ہے۔

دوم- مشروطی حکومت: شہنشاہیت کو ثابت حق سمجھا تا ہے لیکن بادشاہ محدود اور مقید ہوتا ہے اور امور کی تدبیر تین طاقتوں ۱۔تشریعیہ ۲۔تنفیذیہ۔ ۳۔ قضائیہ کے ذمہ ہوتا ہے ۔ حاکم یا بادشاہ کو اس میں کسی کو مداخلت کا حق نہیں ہوتا نہ ہی کسی اداری مسوٴلیت کا ذمہ دار ہوتا ہے جیسا کہ انگلینڈ میں ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ طرز حکومت بھی پہلی قسم کی طرح باطل اور عقل وفطرت کے مخالف ہے۔

سوم۔ اشرافی حکومت: اس حکومت کو آج کی اصطلاح میں ''اسرسٹوقراطیہ'' حکومت کہتے ہیں یعنی معاشرہ کا کوئی ایک شخص فقط نسبی اور مالی امتیاز کے باعث دوسروں پر مسلط اور قابض ہوجاتا ہے جیسا کہ قبائل اور بالخصوص بددؤوں میں یہ چیز رائج تھی۔

ظاہر ہے کہ فقط نسبت اور ثروت مندی جب تک اصلاحات نفسانی وقوت تدبیر اور امت کی جانب سے انتخاب کی حامل نہ ہو اس وقت تک عقل وفطرت کے نزدیک حکومت وولایت اور وجوب اطاعت کے لئے ملاک ومعیار قرار نہیں پاسکتے۔

۴۔ انتخابی حکومت: اس حکومت میں انتخاب کا حق کسی خاص اور معین طبقہ میں منحصر ہوتا ہے جیسا کہ موجودہ زمانہ میں روم کے کنیسہ میں مشہور ومتعارف ہے جس میں پوپ کے لئے کچھ مخصوص حضرات اور ارباب اہل حل وعقد سے رائے حاصل کی جاتی ہے عام لوگوں سے رائے نہیں لی جاتی۔

۵۔عوامی منتخب حکومت: یہ حکومت خاص فکر وآئیڈیا لوجی کی اساس پر ہوتی ہے اس میں حاکم خاص فکر کے حامل گروہ کی جانب سے ہوتا ہے اور معاشرہ کا مکلّف اسی اساس پر ہوتا ہے۔ سوفسطائی حکومت اپنے تمام تر لوازمات کے ساتھ اسی طرح ہے جس کا انتخاب مارکسی نہج کی بنیاد پر ہوتا ہے بالخصوص اقتصاد میں۔

عوامی ڈیموکریٹ منتخب حکومت: اس حکومت کو عوام پر عوام کی حکومت سے تعبیر کیا جاتا ہے درحقیقت حکومت کے نفاذ کا سرچشمہ عوام ہوتے ہیں اور منتخب حاکم عوامی ضروریات کو انجام دیتا ہے۔

ولایت الٰہی

خداوند عالم کے لئے تکوینی اور تشریعی دونوں ولایتیں ثابت ہیں۔عقل اس کی اطاعت کے وجوب اور مخالفت کی حرمت کا حکم کرتی ہے۔ اس کی ولایت میں مخلوقات میں کوئی شریک نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ خود ہی ولایت تشریعیہ کا کسی کو ذمہ دار بنادے جیسا کہ اس نے یہ مرتبہ اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ آلہ وسلم اور دیگر انبیاء اور آئمہ علیہم السلام کو عطا فرمایا۔ اس سبب سے ان حضرات کی جانب سے صادر ہونے والے احکام واوامر کی اطاعت واجب ہے۔ ان حضرات کی اطاعت بھی اطاعت خدا ہے اس ضمن میں ہم بعض قرآنی آیات کا ذکر کررہے ہیں۔

ارشاد ہوتا ہے وَإِذِ ابتَلَى إِبرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا

قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي قَالَ لاَيَنَالُ عَهدِي الظَّالِمِينَ ۵؎

یعنی اور اس وقت کو یاد کرو جب خدا نے چند کلمات کے ذریعہ ابراہیمؑ کا امتحان لیا اور انہوں نے پورا کردیا تو اس نے کہا کہ ہم تم لوگوں کا امام وقائد بنارہے ہیں۔ انہوں نے عرض کی کہ میری ذریت؟ ارشاد ہوا یہ عہدۂ امامت ظالمین تک نہیں جائے گا۔

اصول کافی میں امام صادقؑ سے اس طرح روایت ہے انّ اللّٰہ تبارک وتعالیٰ اتّخذ ابراھیم عبداً قبل ان یّتخذہ نبیّاً وانّ اللّٰہ اتّخذ نبیا قبل ان یخذہ رسولاً وانّ اللّٰہ اتّخذہ رسولاً قبل ان یتّخذہ خلیلاً وانّ اللّٰہ ایتخذہ خلیلا ـقبل ان یجعل امام فلما جمع لہ الاشیا فال انی جاعلک للنّاس اماماً قال فمن عظمھا فی عین ابراھیم قال ومن ذریتی ۶؎

یعنی امام صادقؑ نے ارشاد فرمایا خدا نے ابراہیمؑ کو بندہ قرار دیا قبل اس کے کہ انہیں نبیؐ قرار دے۔ اللہ نے انہیں نبیؐ قرار دیا قبل اس کے کہ انہیں رسولؐ قرار دے۔ اللہ نے انہیں رسولؐ قرار دیا قبل اس کے کہ انہیں خلیل قرار دے، اللہ نے انہیں خلیل قرار دیا۔قبل اس کے انہیں امامؑ قرار دے۔ جب ان کے لئے یہ تمام چیزیں جمع ہوگیں تو خدا نے ارشاد فرمایا میں تمہیں لوگوں کا امامؑ بنارہاہوں راوی نے عرض کیا ان تمام چیزوں میں ابراہیمؑ کی نظر میں کون سی چیز عظیم ترین ہے فرمایا ومن ذرّیتی یعنی جب ابراہیمؑ نے امام کا سوال اپنی اولاد کے بارے میں کیا۔

مذکورہ دونوں آیت وروایت میں خدا وند عالم کا امامت کو اپنے عہد سے تعبیر اور اس کی (انّی جاعلک) اضافت سے ظاہر ہوتاہے کہ امامت خدا اور منتخب شدہ کے درمیان عہد ہے جو عقل ووجدان کے اعتبار سے امام کا مفترض الطاعۃ ہونا قرار دیتاہے جس کی مخالفت اورحکم سے انحراف خدا کی مخالفت کا سبب ہے۔

آیت دوم۔ قال اللّٰہ تعالیٰ وتبارک وتعالیٰ (يَادَاوُودُ إِنَّا جَعَلنَاكَ خَلِيفَةً فِي الأَرضِ فَاحكُم بَينَ النَّاسِ بِالحَقِّ) ۷؎

یعنی اے داؤدؑ! ہم تمہیں زمین پر خلیفہ بناتے ہیں لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ حکم کرنا۔

آیت کریمہ سے مستفاد ہوتاہے کہ جب خدا نے آپ اپنا خلیفہ بنایاتو آپ اس کے ولی قرار پائے۔ اورلوگوں پر آپ کی ولایت وحکومت ثابت ہوگئی اگرچہ آپ کی نبوت اللہ کی جانب سے لائی ہوئی چیزوں پر ایمان اور وجوب اطاعت، کا تقاضا کرتی ہے لیکن اس مقام پر حضرت داؤدؑ کی

اطاعت، اطاعت خدا کے علاوہ نہیں ہے۔

آیہ نمبر ۳۔ النَّبِيُّ اَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِن انفُسِهِم وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُم وَأُولُو الأَرحَامِ بَعضُهُم أَولَى بِبَعضٍ فِي كِتَابِ اللّٰهِ مِنَ المُؤْمِنِينَ وَالمُهَاجِرِينَ ۔۸؎

یعنی بیشک نبی تمام مومنین سے ان کے نفس کی بنسبت زیادہ اولیٰ ہے اور ان کی بیویاں ان سب کی مائیں ہیں اور مومنین ومہاجرین میں سے قربتدار ایک دوسرے زیادہ اولویت اور قربت رکھتے ہیں۔

کتاب وسنت اور فقہ مذاہب اسلامی (شیعہ وسنی) کی جانب رجوع کرنے سے بخوبی واضح ہوجاتاہے کہ دین اسلام جسے پیغمبر ختمی مرتبت لے کر آئے وہ فقط انفرادی عبادات اور مراسم آداب پر منحصر نہیں ہے بلکہ وہ ہر اس چیز پر محیط ہے جس کی انسان اپنی انفرادی، عائلی ،معارف واخلاق وعبادات ، معاملات سیاسی، اقتصادی، داخلی اور خارجی زندگی میں ضرورت محسوس کرتا ہے۔

اسلامی فقہ میں فریقین کے اخبار وفتاویٰ کا تتّبع وتلاش کرنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ولایت وحکومت اور قوانین کا نفاذ اسلام میں داخل ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے ہجرت مدینہ کے فوراً بعد اسلامی عادل حکومت کی تاسیس فرمائی لوگوں سے بیعت لیکر اس کے مقدمات کی آمادگی فرمائی۔ مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات قائم کی اور مدینہ کے یہودیوں سے معاہدہ کیا۔ مسجد کا قیام فرمایا۔ اسے لوگوں کے لئے نماز ، اجتماعی اور سیاسی امور کا مرکز قرار دیا۔

آنحضرتؐ نے فقط نماز وتبلیغ وارشاد کے احکام بیان کرنے پر اکتفا نہیں کی بلکہ اسلامی احکام وحدود کا قیام فرمایا آپ گورنروں اور والیوں کو ٹیکس وجزیہ کی وصولیابی کے لئے روانہ فرماتے اور کفار سے جہاد کرنے کے لئے لشکر آمادہ فرماتے۔ اسی طرح آپ نے حکومت کے دیگر امور انجام دئے۔ آپ کی تمام زندگی میں یہی روش اور طریقہ کار رہا جس حکومت وولایت کا آپ نے اپنے زمانہ رسالت میں قیام فرمایا وہ اپنی مختصر حریت وآزادی ایثار ومساوات کے اعتبار سے بے مثال ہے جس کا اعتراف غیر مسلم مورخین نے بھی کیا ہے۔

آنحضرتؐ کی وفات کے بعد بھی کسی مسلمان کو اسلامی ولایت وحکومت کی احتیاج میں ذرّہ برابر شک نہیں ہے بلکہ حکومت کے وجوب اور ضرورت پر تمام مسلمانوں کا اتفاق واجماع ہے۔ فریقین کے درمیان اختلاف فقط اس امر میں ہے کہ آیا آنحضرتؐ نے امیرالمومنینؑ کو اپنا ولی اور

جانشین قرار دیا تھا یا امر خلافت کا اختیار مسلمانوں کے سپرد کردیا تھا۔ شیعہ امامیہ اس بات کے قائل ہیں کہ آنحضرتؐ نے دعوت ذوالعشیرہ ،مختلف دیگر مناسبات اور غدیر میں امیر المومنینؑ کو اپنا جانشین مقرر فرمادیا تھا البتہ اہلسنت اس امر کے قائل ہیں کہ حضور کے بعد خلافت اہل حل وعقد کے شوریٰ اور انتخاب کے ذریعہ طے پائے گی بہرحال امامیہ کے نزدیک آنحضرتؐ بہ نصّ قرآن مومنین کے نفوس سے اولیٰ ہیں۔ اسی طرح ائمہ معصومین علیہم السلام کو بھی حق ولایت حاصل ہے۔

اہلبیت علیہم السلام سے تمسک

پیغمبرؐ نے اپنے بعد کے لئے امت مسلمہ کی رہبری اور ہدایت کا انتظام اپنے اہلبیتؑ کے ذریعہ فرمایا چنانچہ اہلبیتؑ کا مذہب اختیار کرنے کی نسبت آنحضرتؐ کے ارشادات کثرت سے موجود ہیں جن کے راس ورئیس امیر المومنینؑ ہیں جو آپ کے شہر علم کے در ہیں۔ جنہیں پیغمبرؐ نے قرآن کا ہم پلّہ قرار دیا ہے ایسی احادیث متواتر ہیں جن کی صحابہ کی ایک بڑی جماعت نے روایت کی ہے۔

ترمذی نے اپنی سند سے زیدبن ارقم سے روایت کی ہے ۔انہوں نے کہا آنحضرتؐ نے ارشادفرمایا

”انّی تارک فیکم ما ان تمسکتم به لن تضلّوا بعدی احدهما اعظم من الاخر کتاب اللّٰه حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اهلبیتی ولن یفترتا حتّی بردا علیّ الحوض کیف تخلّفونی فیها“ (۹)

یعنی میں تمہارے درمیان (دوچیزیں) چھوڑے جارہا ہوں جب تک تم ان سے وابستہ رہوگے میرے بعد ہرگز گمراہ نہیں ہوگے جن میں سے ایک دوسری سے بزرگ ترین ہے۔ کتاب خدا ہے جس کی وسعت زمین سے آسمان تک ہے اور (دوسرے) میری عترت واہلبیتؑ۔ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدانہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں گےتم ان دونوں کے ساتھ کیاسلوک کرتے ہو۔

واضح ہے کہ کتاب خدا سے تمسک اس میں نازل شدہ امور کااختیار کرنا ہے اورعترت پیغمبرؐ سے تمسک آپ کے اقوال اورسنت کو اختیار کرنا ہے۔آپ حضرات کے اقوال وسنت حجت شرعیہ ہیں۔

ولایت کا ہدف ومقصد: سب سے پہلے ہم نہج البلاغہ سے ولایت کا مقصد وہدف بیان کرنے لئے امیرالمومنین علیہ السلام کے خطوط کی روشنی میں ولایت پر روشنی ڈالیں گے پھر ولایت کی اہمیت بیان کریں گے۔

جب ہم نہج البلاغہ کی جانب رجوع کرتے ہیں تو آپ کے خطوط وخطبات اور کلمات قصار کے ذریعہ اس حقیقت سے آشنا ہوتے ہیں کہ آپ کی ذات گرامی میں حاکم اعلیٰ کے جملہ صفات موجود ہیں آپ سیاست وکشورداری کے رموز سے لوگوں کی نسبت بخوبی واقف تھے امیر المومنینؑ کی نظر میں ولایت کا مقصد حق کا احیاء اور باطل کا خاتمہ کرنا ہے یعنی حق عدل کا ضمیمہ ہے اور عدل حق کا۔ چنانچہ ہم حضرت کے مکتوب نمبر ۶۶ میں جسے آپ نے ابن عباس کو تحریر فرمایا اس طرح پڑھتے ہیں ''فلا یکن افضل مانلت فی نفسک من دنیا ک بلوغ لذة اوشفا غیظ ولکن اطفاباطل واحیاحق''۔۱۵

یعنی خبردار تمہارے لئے دنیا کی سب سے بڑی نعمت کسی لذت کا حصول یا جذبہ انتقام ہی نہ بن جائے بلکہ بہترین نعمت باطل کے مٹانے اور حق کے زندہ کرنے کو سمجھو یعنی لذت کا حصول اور جذبہ انتقام حیوانی ہدف ہے جو درندوں کی طبیعت سے مناسبت رکھتا ہے اور خدا اپنے کاموں میں حق کو ثابت کرتا ہے اور باطل کو محو کرتا ہے ''لیحقّ الحق ویبطل الباطل ''۔۱۱

امیر المومنینؑ کے علم امامت اور مافوق بشری معلومات اور آنحضرتؐ کی تعلیمات سے قطع نظر کرتے ہوئے آپ کا نبوغ سرعت عمل اور فعالیت بچپنے سے پیری کے زمانے تک سیاسی حوادث ملکی نظام الغرض ولایت کے جملہ امور میں نظر آتا ہے۔ آپ کی ذات گرامی ان خصوصیات وشرائط کے ساتھ امور مملکت کے رموز وفنون پر محیط تھی۔

امامت وولایت کی ضرورت : امیر المومنینؑ کے زمانہ میں خوارج، کے ذہن میں ولایت کے خلاف فکر رواج پارہی تھی چنانچہ انہوں نے مسئلہ تحکیم کے موقع پر لاحکم الاّ للّٰہ کا نعرہ بلند کرتے ہوئے اس سے سوئے استفادہ کرنا چاہا۔ اس طرح خوارج اصل حکومت اور اس کا بطلان ظاہر کرنا چاہ رہے تھے اس وقت حضرت نے ان کے سفسطہ اور مغالطہ کے جواب میں یہ کلمات ارشاد فرمائے ۔

''کلمة حقٍّ یراد بها الباطل نعم انّه لاحکم الّاللّٰه ولکن هولاء یقولون لاامرة الاّ للّٰه وانّه لابد للنّاس من امیر برٍّ اوفاجر یعمل فی امراته المومن ویستمع فیها الکافر ویبلغ اللّٰه فیها الاجل ویجمع به الفیٔ ویقاتل به العدو وتامن به السبل ویوخذ للضعیف من القوی حتّی یستریح بر ویستراح من فاجر''۔ ۱۲

یعنی یہ ایک کلمہ حق ہے جس سے باطل معنی مراد لئے گئے ہیں بیشک حکم صرف اللہ کے لئے ہے حالانکہ کھلی ہوئی بات ہے کہ نظام انسانیت کے لئے ایک حاکم کا ہونا ضروری ہے چاہے نیک کردار ہو یا فاسق، کہ حکومت کے زیر سایہ ہی مومن کو کام کرنے کا موقع مل سکتا ہے اور کافر بھی مزے اُڑا سکتا ہے اور اللہ ہر چیز کو اس کی آخری حد تک پہونچا دیتا ہے اور مال غنیمت وخراج جمع کیا جاتا ہے اور دشمنوں سے جنگ کی جاتی ہے اور راستوں کا تحفظ کیا جاتا ہے طاقتور سے کمزور کا حق لیا جاتا ہے تا کہ نیک کردار انسان کو راحت ملے اور بدکردار انسان سے راحت ملے۔

اسلام حکومت کو اللہ کا حق سمجھتا ہے اس نے لوگوں کو بطور امانت عطا فرمایا ہے پھر بھی حکم خدا ہی کا ہے اموال اس راہ میں خدا کے اموال اور لوگ خدا کے بندے ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے اس امانتداری پر شدت سے تاکید فرمائی ہے جیسا کہ ہم آپ کے ان خطوط میں ملاحظہ کرتے ہیں جنہیں حضرت نے اپنے گورنروں اور والیوں کو تحریر فرمایا مثلاً آپ کے خطوط میں خط نمبر ۵ ۔۲۶۔۴۰۔۴۲۔۹ اور خط نمبر ۷۱ قابل ذکر ہیں چنانچہ آپ اشعث بن قیس کو اس طرح تحریر فرماتے ہیں" وان عملک لیس لک بطعمة ولکنّه فی عنقک امانة "[۱۳] اے قیس کے فرزند آذر بائیجان کی حکومت تمہارے لئے لقمہ نہیں ہے بلکہ تمہاری گردن پر امانت ہے۔ اسی طرح حضرت علیؑ مکتوب نمبر ۲۶ میں زکوٰۃ کے تحصیلدار کے ولایت کی صحیح ادائیگی انجام نہ دینے اور اس میں خیانت کرنے کو بدترین خیانت قرار دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں (انّ اعظم الخیانة خیانة الامّة وانّ افضل الفش غش الآئمّة) [۱۴] یقیناً بزرگ ترین خیانت امت کے ساتھ خیانت کرنا ہے اور بدترین فریب رہبروں کا فریب ہے جہاں امیر المومنینؑ نے خیانت کار لوگوں کی مذمت فرمائی ہے وہیں حضرت نے اچھے اور امین لوگوں کی تعریف فرماتے ہوئے نظر آتے ہیں لہٰذا آپ بحرین میں اپنے والی عمر بن ابی سلمہ کے متعلق اس طرح تحریر فرماتے ہیں افلقد احسنت الولایة وادیت الامانة[۱۵] یقیناً تم نے ولایت (گونرری کے فرائض) کو بخوبی انجام دیا اور ادائے امانت کیا۔

ولی کے لغوی معنیٰ: الولی اسماء الٰہی میں سے ہے جو ناصر اور مددگار کے معنی میں ہے۔ عالم اور مخلوقات کے امور کی نگرانی کرنے والے کو بھی کہتے ہیں۔ الوالی بھی اسمائے الٰہی میں ہے جو تمام اشیاء کا مالک اور ان میں متصرف ہے۔

مولا کا ذکر حدیث میں کثرت سے کیا گیا ہے مثلاً رب۔ مالک، سید، معتق۔ ناصر۔ محبّ۔ تابع۔ ہمسایہ۔ابن العم۔ حلیف۔صہر (یعنی داماد)وغیرہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے اس کے علاوہ کسی کے امور کی نگرانی کرنے والا۔ حدیث ”من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ) میں یہی معنی مراد ہیں۔

کسی ہوش مند انسان پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ جب وہ کسی کام کو کسی دوسرے شخص کے سپرد کرتا ہے تو فطری اعتبار سے اس میں چند امور کی موجودگی کا لحاظ رکھتا ہے۔

۱۔عقل کامل ۲۔جو کام اس کے سپرد کیا گیا ہے اس سے متعلق علم۔ ۳۔عمل پر طاقت وقدرت ۔ ۴۔امانت داری ۔معاملات میں سہل انگاری سے کام نہ لے نہ ہی خیانت کرے اسی چیز کو عدالت سے تعبیر کیا جاتا ہے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص مکان کی تعمیر کی غرض سے کسی کو اجرت یا کرایہ پر لے اس میں مذکورہ تمام چیزوں کو لازمی طور پر دیکھنا چاہیئے۔

امت کا معاملہ نہایت اہم اور نازک ہے لہٰذا جب والی حکومت کا انتخاب عوام کے اختیار میں ہو اور عوام النّاس آزاد اور صاحب اختیار بھی ہوں تو ان پر عقل وفطرت کے حکم کے مطابق واجب ہے کہ وہ ولی فقیہ میں اس بات کا لحاظ رکھیں کہ وہ صاحب عقل وہوش،فنون سیاست کا ماہر ہو امور کے نفاذ میں قدرت وطاقت بھی رکھتا ہو۔ امین ہو خائن نہ ہو۔ ولی (فقیہ) اور حاکم میں ان شرائط کی موجودگی کا حکم عقلا اپنی فطرت کے اعتبار سے کرتے ہیں۔ اسکی مخالفت کرنے والا انسان عقلاء کے نزدیک مذمت وسرزنش کا مستحق ہوتا ہے۔[۱۶]

گذشتہ بیان سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ ولایت فقیہ کی ضرورت کسی خاص زمانہ ظروف اور حالات سے مخصوص نہیں ہے اور یہ کہ صاحبان عقل اپنی فطری عقل کے اعتبار سے حاکم میں اس کا صاحب عقل وتدبیر اور رموز سیاست میں ماہر ہونا ضروری جانتے ہیں یہ کہ وہ امور کے نفاذ پر قادر ہو لہٰذا اس بنیاد پر امت مسلمہ اسلام اور اس کے عادلانہ جامع قوانین کے اعتقاد کے مطابق رموز سیاست سے واقف ، اس کے نفاذ واجراء پر قادر اسلام کا پابند، اس کے ضوابط ومقررات کا عالم بلکہ اپنے غیر سے اعلم ہونا چاہیئے۔ یہی عنوان پیغمبرؐ کے اہلبیتؑ پر صادق آتا ہے اور عصر غیبت میں کتاب وسنت اور امت کے احکام سے واقف انسان پر صادق آتا ہے ولایت فقیہ سے مقصود یہی ہے۔

امام حسن عسکریؑ فرماتے ہیں:

من کان من الفقھاء صائناً لنفسه حافظاً لدینه مخالفاً علی ھواہ مطیعاً لامر ہ مولاہ

فللعوام ان یقلّدوہ ۔

یعنی فقہاء سے جو بھی اپنے نفس کی نگہداشت کرنے والا، دین کا محافظ، خواہشات نفسانی کا مخالف اور اپنے مولا (خدا۔ رسولؐ ۔ائمہؑ) کا فرمانبردار ہو ایسے فقیہ کی لوگوں کو تقلید کرنی چاہئے۔

اس حدیث سے بھی جہاں تقلید واجب ہوتی ہے وہیں ولی فقیہ کی ضرورت پر روشنی بھی پڑتی ہے۔

آخر کلام میں ہم ولایت فقیہ کے متعلق بعض علمائے کرام کے اقوال نقل کررہے ہیں جنہیں کتاب ''ولایۃ الفقیہ وفقہ الدّولۃ الاسلامیۃ'' میں ذکر کیا گیا ہے۔

۱۔ ''الجواہر'' میں محقق کرکی سے ان کے رسالہ جسے انہوں نے صلاۃ الجمعہ کے بارے میں تحریر کیا ہے اس طرح موجود ہے۔

ہمارے علماء نے اتفاق کیا ہے کہ فقیہ عادل امین جو فتویٰ کے شرائط کا جامع ہو جسے احکام شرعیہ میں مجتہد سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کی جانب سے نائب ہے۔ زمانہ غیبت میں ہر وہ چیز جو نیابت میں شامل ہے اس میں اس مداخلت کا حق حاصل ہے اور علماء نے قتل اور حدود کو مستثنیٰ کیا ہے۔ ۱۷

۲۔ علامہ حلی نے الفین کے اوائل میں اس طرح تحریر فرمایا ہے حق اور صحیح ہمارے نزدیک یہ ہے کہ ہر زمانہ میں امام کا نصب کرنا واجب ہے۔ ۱۸ ظاہر یہ ہے کہ علامہ کا مقصود امام معصوم ہے۔

۳۔ محقق نراقی طاب ثراہ نے ''عوائد'' میں اس طرح لکھا ہے کلیہ یہ ہے کہ جو کچھ فقیہ عادل کو حق ہے اس میں اسے ولایت حاصل ہے اس میں دو امر ہیں۔

اول ۔ جو کچھ پیغمبرؐ اور امام (جو کہ مخلوقات کے شہنشاہ اور اسلام کے قلعے ہیں) کو ولایت وحکومت حاصل ہے فقیہ کو بھی وہی (اختیارات) حاصل ہیں مگر جس چیز کو اجماع یا نص یا ان دونوں کے علاوہ کسی دلیل سے خارج کردے ۱۹

۴۔ مرحوم آیت اللہ العظمیٰ بروجردی فرماتے ہیں کہ (یہ بات آیت اللہ شیخ منتظری نے استاد مذکور کی تقریرات سے نقل کی) جس سے عامہ اور خاصہ نے اتفاق کیا ہے کہ محیط اسلام میں سائس وزعیم (قائد ورہبر) کا وجود لازمی ہے جو مسلمانوں کے امور کی تدبیر ونگرانی کرے بلکہ یہ چیز ضروریات اسلام سے ہے اگر چہ اس کے شرائط وخصوصیات میں اختلاف ہے۔ کہ اس کا تعین رسولؐ اللہ کی جانب سے ہے یا عمومی انتخاب کے ذریعہ ہوگا۔ ۲۰

حوالے:

۱۔سورۂ المائدہ ،آیت ۱۲

۲۔سورۂ اعراف،آیت ۵۴

۳۔صحیح مسلم ۳/ ۱۴۷۱ الحدیث ۱۸۴۲ کتاب الامارہ الباب ۱۰ باب وجوب الوفاء سبیعۃ الخلفا منقول از ولایۃ الفقیہ وفقیہ الدولۃ الاسلامیہ جزء اول آیت اللہ منتظری ،ص ۴

۴۔سورۂ نمل، آیت ۳۴

۵۔سورۂ البقرہ ،آیت ۱۲۴

۶۔الکافی ۱/ ۱۷۵ کتاب الحجہ باب طبقات الانبیاء، والرسول ولائمہ

۷۔سورہ ص، آیت ۲۶

۸۔سورہ احزاب، آیت ۶

۹۔سنن الترمذی ۵/ ۳۲۸وباب مناقب اہلبیت النبیؐ من ابواب المناقب الحدیث ۳۸۷۶۔منقول از ولایہ

۱۰۔نہج البلاغہ، مکتوب نمبر ۶۲

۱۱۔سورۂ انفال، آیت ۔۵

۱۲۔نہج البلاغہ ۔۴۰

۱۳۔نہج البلاغہ، مکتوب نمبر ۷۱

۱۴۔نہج البلاغہ، مکتوب نمبر ۲۶

۱۵۔نہج البلاغہ، مکتوب نمبر ۴۲

۱۶۔ولایۃ الفقیہ وفقہ الدولۃ الاسلامیہ۔الجزء الاول آیت اللہ شیخ منتظری ،ص ۱۱

۱۷۔الجواہر ۲۱/ ۳۹۶ ولایۃ الفقیہ الدولہ الاسلامیہ

۱۸۔الفین / ۱۸۔ولایۃ الفقیہ وفقہ الدولۃ الاسلایہ

۱۹۔العوائد / ۱۸۷۔۱۸۸۔ولایۃ الفقیہ وفقۃ الدولۃ الاسلامیہ

۲۰۔البدر الزاہر ۵۲۳۔ولایہ الفقیہ وفقہ الدولۃ الاسلامیہ

☆